ISSN 1992-5018

ISLAMABAD LAW REVIEW

Quarterly Research Journal of Faculty of Shariah& Law, International Islamic University, Islamabad

Volume 3, Number 1&2, Spring/Summer 2019

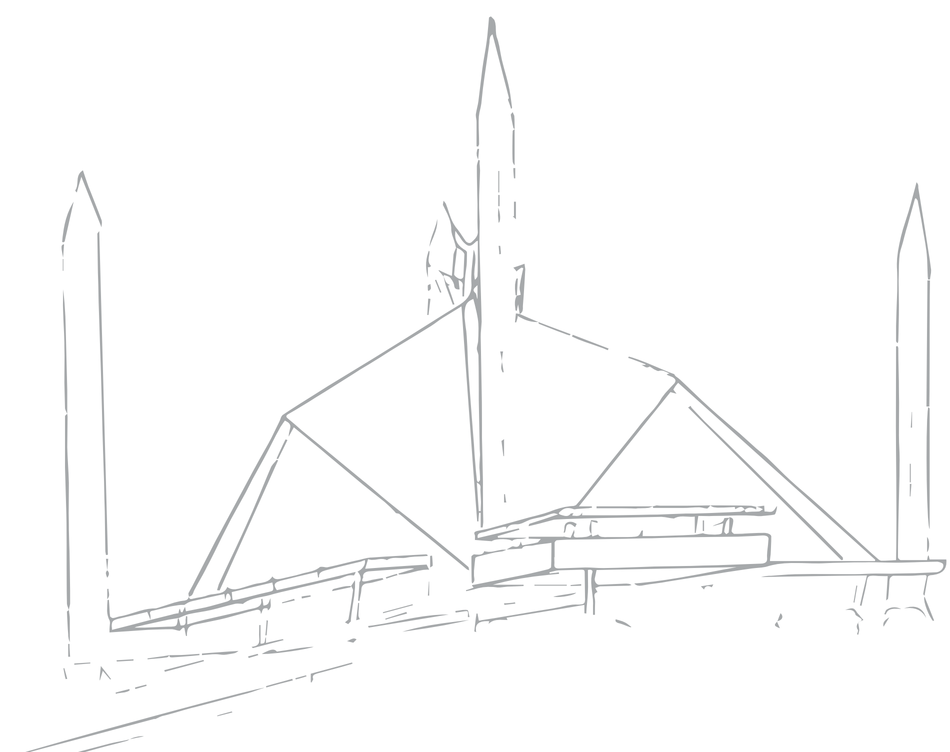

پاکستان میں طلاق اور یتیم پوتے کی میراث کا قانون: مستقبل کا لائحہ عمل اور تجاویز ملائشیا کے عائلی قوانین کے تناظر میں

فضل عمر*

Abstract

There has always been an Islamic state on any part of the globe. Despite the weaknesses in personal lives of the rulers, Islam has been the "constitution" for them. In pre-colonial Muslim world laws violating the injunctions of Islam were never implemented as frequent as the postcolonial periods. Pakistan also inherited certain such laws from the Company's government. Pakistan was created to implement Islamic laws and principles. Its Constitution, thus, stands Islamic one and accordingly many laws tried to be in conformity with the Injunctions of Islam. That includes the personal laws as well. It gives rise to debate over the compatibility or otherwise of such laws with the Injunctions of Islam especially the issue of divorce and inheritance of grandchild. The present paper aims to analyze these two issues and recommendations will be made in the context of Malaysia.

تعارف

دین اسلام ایک فطرتی اور عملی مذہب ہے جس کی تعلیمات اور ہدایات کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے۔ شریعت اور اسلامی تعلیمات کا مقصد صرف دنیا میں ہی نہیں بلکہ دونوں جہانوں مین انسان کو کامیاب بنانا ہے۔ یہی وہ فرق ہے جو آج کے قانون ساز اداروں اور اسمبلیوں سے شریعت کو ممتاز کرتا ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ شریعت اسلامی کی تعلیمات صرف کتابوں اور یاد کرنے تک محدود نہیں رہیں بلکہ یہ تمام عملی طور پر مسلمانوں کی زندگی اور معاملات میں رائج رہی ہیں۔ شریعت کے اصولوں میں ایسی گہرائی اور لچک ہے کہ ان کی روشنی میں ہر زمانہ حتی کہ آج کے ترقی پذیر دور میں بھی پیش آمدہ مسائل کا حل پیش کیا جاسکتا ہے اور یہ صرف دعویٰ ہی نہیں بلکہ ہر دور میں ماہرین

* وزٹنگ لیکچرر، خیبر میڈیکل یونیورسٹی، انسٹیٹیوٹ آف میڈیکل سائنس، کوہاٹ

شریعت نے اس کا عملی مظاہرہ کیا ہے۔[1] حضور ﷺ نے پہلی اسلامی ریاست مدینہ منورہ میں قائم فرمائی اور اس کے بعد جب اسلامی حکومتوں کا سایہ جزیرۃ العرب سے نکل کر افریقہ، ایشیا اور یورپ تک پھیل گیا اور مختلف اقسام کے تمدنی، معاشرتی اور معاملاتی مسائل کا سامنا ہوا تو ماہرین شریعت اور فقہاء نے اس کا حل بغیر تاخیر کے پیش کیا۔ چنانچہ صدیوں تک کسی نہ کسی شکل میں اسلامی حکومت قائم رہی اور اسلامی شرعی قوانین پر عمل ہوتا رہا۔ استعماری دور کے آغاز کے بعد اسلامی حکومتوں کو کافی مشکلات اور رکاوٹوں کا سامنا کرنا پڑا اور اسلامی قوانین کا نفوذ کم پڑ گیا۔ صدیوں کے اس سفر میں اسلامی قوانین نے جامعیت اور اثر انگیزی سے بہترین نمونہ پیش کیا اور غیر مسلموں پر جبراً کوئی قانون لاگو نہیں کیا گیا۔ البتہ استعماری دور میں اسلامی قوانین کو شخصی قرار دے کر عائلی، خاندانی اور ذاتی معاملات تک محدود کر دیا گیا جس سے اس کی اثر انگیزی کم ہو گئی اور یہ شخصی اور نجی قوانین بن کر رہ گئے۔

عائلی قوانین کی اصطلاح کا ایک خاص تاریخی پس منظر ہے، عائلی قوانین علم فقہ کی اصطلاح نہیں ہے۔ انگریزی قانون میں اس کے مدمقابل پرسنل لاء یا فیملی لاء کی اصطلاح استعمال ہوتی ہے جس کا ترجمہ شخصی یا عائلی قوانین کر دیا گیا ہے۔ علم فقہ میں اس موضوع سے متعلق عنوانات کے لئے نکاح، طلاق، حضانت، رضاعت اور فرائض کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ برطانوی دور استعمار میں مذہبی معاملات کو شخصی حیثیت دے کر نکاح و طلاق وغیرہ کو دوسرے قوانین سے الگ درجہ دے دیا گیا کیونکہ ان قوانین کا بنیادی ماخذ مذہب یا فقہی مذاہب تھے۔ اس عمل سے دو غلط فہمیوں نے جنم لیا، ایک تو یہ کہ شریعت شخصی قانون ہے اور دوسرے یہ کہ نکاح و طلاق کے قوانین شرعی حیثیت کے حامل ہیں، جن میں مزید کوئی قانون سازی کا امکان نہیں۔[2]

استعماری مقاصد اور مفادات کے تحت نہ صرف شریعت کی نوعیت شخصی قانون کی ہو گئی بلکہ ان شخصی قوانین کے موضوعات کی مزید تحدید بھی ممکن ہو گئی اور ان میں نکاح، طلاق، فرائض، وراثت، ہبہ اور اوقاف کے ساتھ حضانت و جانشینی وغیرہ کے قوانین کو شامل کرنا بھی آسان ہو گیا۔ مذکورہ بالا موضوعات پر فقہی کتب میں تفصیل سے بحث موجود تھی لیکن اسے نظر انداز کر کے تفصیلی قانون سازی نہیں کی گئی بلکہ صرف ان

---

(1)۔ مجاہد الاسلام قاسمی، **اسلام کے عائلی قوانین**، (کراچی: ادارۃ القرآن، ۲۰۰۲)، ص ۱۶۔

(2)۔ اسلامی نظریاتی کونسل، **مسلم عائلی قوانین نظر ثانی اور سفارشات**، اسلام آباد: اسلامی نظریاتی کونسل، ۲۰۰۹۔

معاملات میں قانون سازی کی گئی جہاں استعماری اندازے کے مطابق اصلاح مقصود تھی۔ تفصیلات کے لئے بطور اصول فرض کر لیا گیا کہ جہاں خلاء ہے وہاں کسی بھی فقہی مذہب کی معتبر کتب میں درج فقہاء کی آراء سے استفادہ کیا جائے گا۔ پاکستان میں بھی قانون سازی کی یہی روایت قائم رہی۔ ۱۹۶۱ کے عائلی قوانین مفصل قوانین نہیں ہیں بلکہ چند اہم موضوعات پر قانونی اصلاحات پر مشتمل ہیں۔ تفصیلات میں عموماً عدالتیں فقہی مذاہب کی آراء پر انحصار کرتی ہیں۔

جدید ریاستی نظام میں اصولی طور پر قانون ملک کی جغرافیائی سرحدوں سے وابستہ ہوتا ہے اور اس میں ذات پات یا مذہب کا عمل دخل نہیں ہوتا۔ موجودہ دور میں جب ایک شخص ایک ملک چھوڑ کر دوسرے ملک میں رہائش پذیر ہوتا ہے تو وہ اس ملک کے قوانین کا پابند ہوتا ہے۔ لیکن جہاں تک مذہبی تعلقات کا تعلق ہے تو وہ شخصی اور نجی نوعیت کے ہوتے ہیں اور ملک تبدیل ہونے سے مذہب تبدیل نہیں ہوتا۔ تاہم دنیا کے ہر ملک میں نکاح اور طلاق کے قوانین کو مذہبی حیثیت حاصل نہیں ہے۔ اس طرح عالمی سطح پر اسلامی عائلی قانون بین الاقوامی قانون اور انسانی حقوق کا ایک اہم مسئلہ بن چکا ہے۔ مزید برآں، عالم اسلام میں بھی مختلف فقہی مذاہب پائے جاتے ہیں، جن میں عائلی قوانین میں اختلاف پایا جاتا ہے، اس لحاظ سے عائلی معاملات میں قانون سازی مسلم ممالک میں مزید پیچیدہ ہو گئی ہے۔

پاکستان میں رائج عائلی قوانین میں عورت کے حق طلاق کی تمام صورتیں تسلیم کر لی گئی ہیں۔ تاہم عدالتوں میں ان سب پر تنسیخ نکاح کے طریق کار سے کاروائی ہوتی ہے۔ بیوی کے مطالبہ طلاق کو ہی خلع ہی گردانا جاتا ہے اور اس کے لئے عدالت تنسیخ نکاح کے لوازمات کی پابندی کرتی ہے۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ تنسیخ نکاح، خلع اور عورت کے مطلق حق طلاق میں قانونی طور پر فرق کیا جائے۔ تنسیخ کے قانون میں تنسیخ کی وجوہات کی تفصیل درج ہے، اس لئے خلع اور دوسری صورتوں کو اس میں شامل کرنے سے بہت سی مشکلیں پیش آتی رہی ہیں۔ اسی طرح خلع کی صورت کو جس میں عورت کی جانب سے خلع کی پیش کش کی جاتی ہے، عورت کے مطلق مطالبہ طلاق سے الگ کرنے کی ضرورت ہے۔ قرآن وسنت کے احکام کی روشنی میں عورت کے جانب سے سے طلاق کے مطالبہ کے لئے خاوند کو مالی معاوضہ ادا کرنا شرط نہیں بلکہ خاوند کی جانب سے مال کے مطالبے کی حوصلہ شکنی کی گئی ہے۔

مسلم عائلی قانون کا آرڈیننس ۱۵ جولائی ۱۹۶۱ کو نافذ ہوا، اس کے بعد مغربی پاکستان عائلی عدالتی قانون ۱۸ جولائی ۱۹۶۴ کو نافذ العمل ہوا۔ ان دونوں قوانین کا مقصد عائلی قوانین کے ضمن میں اٹھنے والے تنازعات کے تصفیہ کے اختیار کو کلی طور پر عائلی عدالتوں کے تحت لانا تھا، جن میں فسخ نکاح، مہر، بیوی بچوں کا نان نفقہ، نابالغ بچوں کی دیکھ بھال اور حقوق زن شوئی جیسے معاملات شامل ہیں۔ یہ عائلی قوانین کی توثیق بھی کرتے ہیں جس کی دفعہ ۲ کے مطابق مسلمان شادی شدہ خاتون قانون انفساخ نکاح مسلمانان ۱۹۳۹ [3] کے لئے فسخ نکاح یا طلاق کے مطالبے کے لئے عدالت سے رجوع لازمی ہے۔

پاکستان کے مسلم عائلی قوانین کا تاریخی پس منظر

پاکستان بننے سے پہلے متحدہ ہندوستان میں مسلمانوں کے لئے عائلی معاملات سے متعلق الگ سے کچھ خصوصی قوانین نافذ ہو چکے تھے جو پاکستان بننے کے بعد بھی نافذ العمل رہے۔ پاکستان بننے سے پہلے درج ذیل قوانین نافذ تھے: مسلم پرسنل (شریعت) ایپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۷، مسلم شادیوں کی تنسیخ کا قانون ۱۹۳۹ اور سرحد مسلم پرسنل لاء (شریعت) ایپلیکیشن ایکٹ ۱۹۳۵۔ ان تینوں قوانین کا تعلق مسلمانوں سے تھا جب کہ ان کے علاوہ کچھ ایسے قوانین بھی تھے جن کا اطلاق سارے ہندوستانی شہریوں پر قطع نظر مذہب کے ہوتا تھا، ان میں یہ قوانین قابل ذکر ہیں: بچپن کی شادی پر پابندی کا قانون ۱۹۲۹ اور گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰۔

بہت سے عائلی معاملات سے متعلق مسلمانوں کے لئے الگ قوانین کے باوجود بہت سے معاملات مثلاً وراثت و جانشینی کے بارے میں بھی ساتھ ساتھ چل رہے تھے۔ پاکستان میں شامل ہونے والے کچھ علاقوں پر بھی عمل کیا جا رہا تھا۔(Customary Laws) میں رواجی قوانین پنجاب لاز ایکٹ [4] ۱۸۷۲ اور بنگال لاز ایکٹ کے تحت وراثت و جانشینی اور کچھ دیگر عائلی معاملات میں رواج کو قانون کی حیثیت حاصل تھی۔

---

(3)– ایضاً۔

(4)– Act IV of 1872, An Act for dealing which of certain rules, laws and regulations have the force of law in the Punjab and for other purposes. This Act was promulgated on March 28, 1872, Retrieved http://punjablaws.gov.pk/laws/4.html Jan 10, 2019.

البتہ شادی، نکاح و طلاق کے اندراج اور اسی طرح دیگر منسلک معاملات پر کوئی قانون نہیں تھا، جس کی وجہ سے شدید مشکلات تھیں۔ ایک عام مسئلہ یہ تھا کہ طلاق کا ریکارڈ اور اندراج نہ ہونے کی وجہ سے بہت سی عورتوں کو خاوند کی وراثت سے محروم کر دیا جاتا تھا۔ اسی طرح مرد بلا توقف کئی شادیاں کر لیتے تھے اور اس سے نان و نفقہ، بچوں کی ولدیت، وراثت اور اس طرح کے دیگر کئی مسائل پیدا ہوتے اور نوبت مقدمہ بازی تک پہنچ جایا کرتی۔

عائلی قوانین کی تاریخ میں ایک اہم موڑ اس وقت آیا جب ۱۹۵۴ میں پاکستان کے وزیر اعظم محمد علی بوگرہ نے اپنے ماتحت عملے کی ایک غیر ملکی (شامی) خاتون سے دوسری شادی کر لی، اس دوران وہ امریکہ کے سرکاری دورے پر تھے۔[5] دورے سے واپسی پر ملک بھر میں اس شادی کے خلاف شدید ردعمل ظاہر ہوا، خصوصاً خواتین کے حقوق کے لئے کام کرنے والی تنظیم اپوا نے اس حوالے سے اپنا احتجاج ریکارڈ کرایا تو حکومت نے یکم جون ۱۹۵۴ میں شادی اور دیگر عائلی قوانین کے لئے ایک ۷ رکنی کمیشن قائم کیا۔ ڈاکٹر خلیفہ شجاع الدین اس کمیشن کے صدر تھے لیکن وہ کمیشن کی صرف ایک ہی میٹنگ میں شریک ہو سکے اور اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا۔ کمیشن کو یہ ذمہ داری سونپی گئی کہ وہ جائزہ لے کہ مسلمانوں کے لئے شادی، نان و نفقہ اور ان سے منسلک ضمنی یا ذیلی معاملات سے متعلق نافذ قوانین میں عورتوں کو اسلام کی بنیادی تعلیمات کے مطابق معاشرے میں جائز مقام دینے کے لئے کیا ترمیم و تبدیلی کی ضرورت ہے؟

کمیشن نے عوامی رائے کو جاننے کے لئے کئی سوالات پر مبنی ایک سوال نامہ ترتیب دیا، جسے اردو، بنگالی اور انگریزی زبانوں میں چھاپ کر تقسیم کیا گیا نیز اخبارات میں بھی اس کی تشہیر کی گئی۔ کمیشن کی رپورٹ ۲۰ جون ۱۹۵۶ کو سرکاری گزٹ میں شائع ہوئی۔[6] کمیشن کے فاضل رکن مولانا احتشام الحق تھانوی نے اس رپورٹ میں مندرجہ تجاویز کی مخالفت کی اور ایک الگ اختلافی نوٹ لکھا جو الگ سے سرکاری گزٹ میں شائع ہوا۔[7] عوامی ردعمل اور سیاسی صورتحال نے اس رپورٹ پر عمل درآمد مؤخر کئے رکھا تا آنکہ ۱۹۶۱ میں اس وقت کے

(5)– Abbot, F. (1962). Pakistan's New Marriage Law: A Reflection of Qur'ānic Interpretation. *Asian Survey, 1* (11), 26-32.

(6)– رپورٹ میرج اینڈ فیملی لاز کمیشن، گزٹ آف مغربی پاکستان، ۲۰ جون ۱۹۵۶، ص ۱۱۹۷-۱۲۳۲۔

(7)– مولانا احتشام الحق تھانوی، **اختلافی نوٹ**، گزٹ آف مغربی پاکستان، ۳۰ اگست ۱۹۵۶، ص ۱۵۶۰-۱۶۰۴۔

صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان نے کمیشن کی رپورٹ کو عملی شکل دیتے ہوئے اسے مسلم عائلی قوانین آرڈیننس کی صورت میں جاری کر دیا۔ گو کہ اس قانون میں کمیشن کی سفارشات کو پوری طرح عملی شکل نہ دی گئی مگر کلیدی معاملات میں یہ قانون کمیشن کی سفارشات سے کافی حد تک مطابقت رکھتا ہے۔

مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ کو ۱۹۶۲ کے آئین اور اب ۱۹۷۳ کے آئین میں تحفظ حاصل ہے اور اسے قوانین کے اس شیڈول میں شامل کیا گیا ہے، جن کو بنیادی حقوق کی بناء پر عدالت میں چیلنج نہیں کیا جا سکتا اور اس میں ترمیم کے لئے اسمبلی کی دو تہائی اکثریت کی رضامندی ضروری ہے۔ اس تحفظ کے بارے میں بھی دو آراء پائی جاتی ہیں، کچھ کا خیال ہے کہ اس تحفظ کا فائدہ یہ ہوا کہ یہ قانون ابھی تک رائج ہے جبکہ کچھ کی رائے اس کے برعکس یہ ہے کہ اس سے نقصان یہ ہوا کہ اسے عدالت میں مردوں اور عورتوں میں عدم برابری کی بناء پر چیلنج نہیں کیا جا سکتا، البتہ قانون سازی کے ذریعے اس میں بہتری ضرور کی جا سکتی ہے۔ اس وقت پاکستان میں مسلم عائلی معاملات سے متعلق درج ذیل قوانین نافذ ہیں:

- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱
- مسلم عائلی قوانین آرڈیننس ۱۹۶۱ کے تحت قواعد
- مسلم قانون شخصی (شریعت ایپلیکشن) ایکٹ ۱۹۶۲
- مسلم شادیوں کی تنسیخ کا قانون ۱۹۳۹

کچھ قوانین ایسے ہیں جن کا اطلاق بلا تفریق مذہب تمام پاکستانی شہریوں پر ہوتا ہے اور وہ حسب ذیل ہیں:

- میجارٹی ایکٹ ۱۸۷۵
- گارڈین اینڈ وارڈز ایکٹ ۱۸۹۰
- بچپن کی شادی پر پابندی کا قانون ۱۹۲۹
- عائلی عدالتوں کا ایکٹ ۱۹۶۴
- عائلی عدالتوں کے قواعد ۱۹۶۵

ملائشیا کے عائلی قوانین کا تاریخی پس منظر

ملائشیا براعظم ایشیا کے جنوب مشرق میں واقع ہے۔اس ملک نے ۳۱اگست ۱۹۵۷ کو برطانیہ سے آزادی حاصل کی۔ ۲۰۱۰ کی مردم شماری کے مطابق اس کی آبادی ۲۸.۳ ملین ریکارڈ کی گئی جس میں مسلمانوں کا تناسب ۶۱.۴ فیصد ہے[(8)]۔ جغرافیائی طور پر ملائشیا دو حصوں مشرقی اور مغربی ملائشیا میں تقسیم ہے جسے ۶۴۰ کلومیٹر طویل بحیرہ جنوبی چین جدا کرتا ہے۔ ملائشیا ۱۳ ریاستوں اور ۳ وفاقی علاقوں کا مجموعہ ہے۔ یہاں کا طرز حکومت جمہوری ہے اور ساتھ آئینی بادشاہت بھی قائم ہے۔اس کا پرانا نام ''ملایا'' ہے جسے ۱۹۶۳ میں سنگاپور کی شمولیت کے بعد تبدیل کر کے ملائشیا رکھ دیا گیا لیکن سنگاپور کا انضمام عارضی ثابت ہوا اور ۱۹۶۵ میں یہ ملائشیا کے اتحاد سے جدا ہو گیا۔[(9)]

آئینی طور پر، آزادی کے بعد، ملائشیا کی ہر ریاست کو اپنی ریاستی اسلامی عدالتوں کے ذریعے انصاف کے انتظام اور اسلامی قانون کے تحت تنازعہ حل کرنے کے لئے آزادی حاصل ہے. فیڈریشن کی تمام ریاستوں نے اسلامی قانون کو فروغ دینے کے لئے قانونی کوششوں کے ایک سلسلہ کا استعمال کیا ہے اور انھوں نے ان قوانین میں اضافہ کیا ہے جو مسلمانوں کے لئے ضروری ہیں. آئین کا آرٹیکل ۷۴ ان وفاقی علاقوں میں لاگو نہیں ہوتا جو وفاقی حکومت کے مکمل کنٹرول میں ہیں. وفاقی علاقوں نے اسلامی قوانین کا اپنا وجود تیار کیا ہے جو وفاقی علاقوں میں رہنے والے مسلمانوں کی زندگیوں پر نافذ ہوتا ہے اور انصاف کے انتظام کے لئے وفاقی علاقوں میں اسلامی عدالتوں کے قیام کو ممکن بناتا ہے.

جہاں تک عائلی قوانین کا تعلق ہے تو ملائشیا میں مسلم اور غیر مسلم عوام کے لئے الگ الگ قانون موجود ہے۔ غیر مسلموں کے لئے Law Reform(Marriage & Divorce Act 1976 مختص ہے جو یکم مارچ ۱۹۸۲ نافذ العمل ہوا، جب کہ مسلمانوں کے لئے Islamic Family Law

---

(8)– Department of Statistics, G. o. (n.d.). *Department of Statistics, Malaysia*. Retrieved Janurary 5, 2019, from estatisticss.gov.my: www.statistics.gov.my.

(9)– Hamza, Wan Arfa, *A First look into Malaysian Legal System*, (Kualalumpur: Oxford Fajar Sdn Bhd, 2009), p.19.

(Federal Territory) Act 1984 کا قانون لاگو ہے۔[10] اس قانون میں ترمیم بذریعہ Act 1261 کی گئی ہے۔[11] اس قانون کا اطلاق صرف مسلمانوں پر ہوتا ہے۔

پاکستان اور ملائشیا کے درمیان قانون طلاق کا تقابلی مطالعہ

طلاق زوجین کے درمیان مستقل علیحدگی ہے اور یہ اس کا شرعی طریقہ ہے۔ محمڈن لاء میں طلاق کی باقاعدہ تعریف موجود نہیں ہے۔ اسلام میں طلاق کی اجازت صرف انتہائی سخت اور ناگزیر حالات میں ہے۔ اسی طرح اسلام نے مرد کو طلاق کا حق دیا ہے اور بیوی بذریعہ خلع جدائی حاصل کر سکتی ہے۔ میاں بیوی کے درمیان دائمی اختلافات اور دائمی پریشانیوں کو ختم کرنے کا احسن طریقہ طلاق ہے۔ خاوند بغیر وجہ بتائے طلاق دے سکتا ہے۔

محمڈن لاء کی دفعہ ۳۰۸ کے تحت:

> "Any Muhammadan of sound mind, who has attained puberty, may divorce his wife whenever, he desires without assigning any reason".[12]

اگرچہ شرع اسلام میں طلاق ہر عاقل بالغ مسلمان مرد کا حق ہے اور وہ بغیر وجہ بتائے ایسا کر سکتا ہے لیکن مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ کی دفعہ ۷ کے تحت طلاق دیئے جانے کے عمل کو چند قواعد وضوابط کا پابند بنادیا گیا ہے۔ اس قانون کی دفعہ ۷ کے تحت:

---

(10)– Malaysia, Laws of , Islamic Family Law Act 303 Federal Territories, KL: The Commissioner of Law Rev,1984

(11)– Act A1261: Islamic Family Law (Federal Territories) (Amendment) Act 2006, come into operation Feb 2, 2006 retrieved from: http://www2.esyariah.gov.my/esyariah/mal/portalv1/enakmen2011/Eng_acta_lib.nsf, Jan 10, 2019.

(12)– Mulla, D.F, *Principles of Muhammadan Law* (Lahore: PLD Publishers, 1995), p.449.

۱. جو شخص اپنی بیوی کو طلاق دینا چاہتا ہو، وہ طلاق کا اعلان، خواہ کسی بھی شکل میں ہو، کرنے کے بعد فوری طور پر، طلاق کا اعلان کر دینے کے بارے میں چیئرمین کو تحریری طور پر نوٹس دے گا اور اس کی ایک نقل بیوی کو مہیا کرے گا؛

۲. جو شخص ذیلی دفعہ (۱) کے احکامات کی خلاف ورزی کرے گا، وہ قید محض جس کی مدت ایک سال تک ہو سکتی ہے، یا جرمانہ جو پانچ ہزار روپے تک ہو سکتا ہے، یا ہر دو سزاوں کا مستوجب ہو گا؛

۳. سوائے اس صورت کے جس کا حکم ذیلی دفعہ (۵) میں ہے، کوئی طلاق تاوقتیکہ قبل ازیں واضح طور پر یا کسی طریقے سے منسوخ نہ کی گئی ہو، اس وقت تک موثر نہ ہو گی جب تک ذیلی دفعہ (۱) کے تحت چیئرمین کو دیئے ہوئے نوٹس کی تاریخ سے نوے دن نہ گزر گئے ہوں؛

۴. ذیلی دفعہ (۱) کے تحت نوٹس وصول ہونے کی تاریخ سے تیس دن کے اندر چیئرمین فریقین میں صلح صفائی کی غرض سے ایک ثالثی کونسل تشکیل دے گا اور ثالثی کونسل تمام ایسے اقدامات کرے گی جو ایسی صلح صفائی کرانے کے لئے ضروری ہوں؛

۵. اگر طلاق کے اعلان کے وقت بیوی حمل سے ہو، تو طلاق اس وقت تک موثر نہیں ہو گی، جب تک کہ ذیلی دفعہ (۳) میں مذکورہ مدت یا مدت حمل (جو بھی موخر ہو) ختم نہ ہو جائے۔؛

۶. ایسی بیوی کے لئے جس کا نکاح دفعہ ہذا کے تحت موثر شدہ طلاق کی وجہ سے فسخ ہو چکا ہو، کسی اور شخص سے شادی کئے بغیر، اسی خاوند سے دوبارہ شادی کرنے میں کوئی امر مانع نہیں ہو گا، تاوقتیکہ ایسا فسخ نکاح تیسری مرتبہ اس طرح موثر نہ ہو چکا ہو۔[13]

ملائشیا

ملائشیا کے ایکٹ ۳۰۳ میں Dissolution of Marriage کے عنوان سے پارٹ نمبر ۵ دیا گیا ہے جس میں سیکشن ۴۵ سے لے کر سیکشن ۵۸ تک قوانین ہیں۔ اس قانون کا سیکشن نمبر ۴۷ طلاق سے متعلق ہے، یہ سیکشن ضمیمہ A کی شکل میں منسلک ہے، اس میں ۷ دفعات ہیں[14] جن کا خلاصہ درج ذیل ہے:

(13) — چوہدری ذوالفقار احمد، **مسلم عائلی قوانین**، (لاہور: ندیم لا بک ہاؤس، سن ندارد)، ص: ۱۲۷۔

۱. خاوند یا بیوی دونوں میں جو بھی علیحدگی /طلاق کا خواہشمند ہو وہ عدالت میں طلاق کی وجہ درخواست مجوزہ فارم پر دائر کرے گا اور ساتھ ایک حلف نامہ داخل کرے گا، جس کے ساتھ متعلقہ معلومات بابت شادی، زوجین، اولاد، طلاق کے جواز اور مصالحت وغیرہ منسلک ہوں گی؛

۲. درخواست کی وصولی کے بعد عدالت فریق مخالف کو سمن جاری کرے گی اور درخواست کنندہ کے درخواست کی ایک نقل بھی مہیا کرے گی۔ عدالت اس بات کی بھی تحقیق کرے گی کہ دوسرا فریق طلاق کے لئے رضامند ہے یا نہیں؛

۳. اگر دوسرا فریق طلاق کے لئے راضی ہو اور عدالت تحقیق سے مطمئن ہو کہ فریقین کے مابین علیحدگی ناگزیر ہے تو عدالت خاوند کو حکم دے گی کہ وہ عدالت کے روبرو ایک طلاق دینے کا اعلان کرے؛

۴. عدالت اعلان طلاق کو بطور ریکارڈ محفوظ کرے گی اور طلاق کی ایک مصدقہ نقل متعلقہ رجسٹرار اور چیف رجسٹرار کو بھجوائے گی؛

۵. اگر دوسرا فریق طلاق پر راضی نہ ہو یا عدالت محسوس کرے کہ علیحدگی کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے تو عدالت ایک مصالحتی کمیٹی تشکیل دے گی جس کا چیئرمین ایک مذہبی افسر ہو گا، اس کے علاوہ ۲ دوسرے ممبران ہوں گے جن میں ایک خاوند اور دوسرا بیوی کی جانب سے ہو گا؛

۶. ممبران کے انتخاب کے لئے ترجیح قریبی رشتہ داروں کو دی جائے گی؛

۷. عدالت کمیٹی کو مناسب ہدایات جاری کر سکتی ہے اور کمیٹی ان ہدایات پر عمل درآمد کرے گی؛

۸. اگر ایک کمیٹی مصالحت میں ناکام ہو جائے تو عدالت دوسری کمیٹی مقرر کرے گی؛

۹. کمیٹی تشکیل کے دن سے ۶ مہینے کے اندر یا عدالت جتنا بھی وقت مقرر کرے، مصالحت کی کوشش کرے گی؛

۱۰. کمیٹی فریقین کی حاضری کو یقینی بنائے گی اور دونوں کو سماعت کا موقع فراہم کرے گی؛

(14)– Act 303, Laws of Malaysia 1984, pp.29-41.

۱۱. اگر کمیٹی مصالحت میں ناکام ہو جائے تو وہ اس بابت ایک سرٹیفکیٹ جاری کرے گی کہ مصالحت ناکام ہوگئی ہے یا کمیٹی فریقین کو قائل نہ کر سکی، مزید یہ کمیٹی نان نفقہ اور چھوٹے بچوں کی حضانت کے بارے میں تجاویز عدالت کو دے گی؛

۱۲. مصالحتی کمیٹی کے سامنے کوئی وکیل (ماہر شریعت) کسی بھی فریق کی طرف سے، کسی بھی عمل مصالحت میں شریک نہیں ہوگا۔ کسی بھی فریق کی نمائندگی اس کے خاندان کے فرد کے علاوہ، بجز مصالحت کمیٹی کی اجازت کے، کوئی اور فرد نہیں کرے گا؛

۱۳. اگر کمیٹی عدالت کو رپورٹ دے کہ کہ مصالحت کامیاب ہوگئی ہے اور فریقین نے ازدواجی تعلقات بحال کر لئے ہیں تو عدالت درخواست کو خارج کر دے گی؛

۱۴. اگر کمیٹی عدالت کو رپورٹ دے کہ مصالحت کامیاب نہ ہو سکی یا وہ فریقین کو ازدواجی تعلقات کی بحالی پر قائل نہ کر سکے تو اس صورت میں عدالت خاوند کو حکم دے گی کہ وہ عدالت کے روبرو ایک طلاق دینے کا اعلان کرے۔ اگر خاوند طلاق دینے سے انکار کرے تو عدالت زیر دفعہ ۴۸ کیس مزید کاروائی کے لئے حکم Hakam کو بھیج دے گی؛

۱۵. کچھ صورتوں میں مصالحتی کمیٹی کی تشکیل کی ضرورت نہ ہو گی مثلاً:

- درخواست گزار کہے کہ اسے چھوڑ دیا گیا ہے اور دوسرے فریق کا کوئی اتا پتا نہیں ہے
- دوسرا فریق ملائشیا سے باہر رہائش پذیر ہے
- دوسرا فریق ۳ سال کے لئے قید ہو
- درخواست گزار کہے کہ دوسرا فریق لاعلاج اور شدید ذہنی بیماری سے دوچار ہے
- عدالت کو اطمئنان ہو کہ غیر معمولی حالات میں مصالحتی کمیٹی کی تشکیل سود مند نہ ہو گی۔

۱۶. اعدت کے خاتمے سے پہلے طلاق مئوثر نہ ہو گی؛

۱۷. اگر بیوی حاملہ ہو تو طلاق وضع حمل کے بعد مئوثر ہو گی۔

مناقشہ

پاکستان کا قانون طلاق مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ کے تناظر میں انتہائی مختصر ہے جس میں زوجین کے مابین جدائی اور علیحد گی کی تمام صورتوں کا احاطہ نہیں کیا گیا۔ پاکستانی قانون طلاق خلع اور فسخ میں فرق نہیں کرتا جس کی وجہ سے خواتین کے حقوق متاثر ہو رہے ہیں۔ جدائی اور علیحد گی کی دیگر صورتوں کے لئے انفساخ نکاح مسلمانان ۱۹۳۹، محمڈن لاء اور عدالتی نظائر کی طرف رجوع کرنا پڑتا ہے۔

اس کے مقابلے میں ملائشیا کا مسلم عائلی قانون جو ایکٹ ۳۰۳ کی شکل میں نافذ ہے وہ جامع انداز میں ہے، اس ایکٹ کا Chapter نمبر ۵ زوجین کے مابین علیحد گی اور عقد نکاح کی تحلیل سے متعلق ہے۔ اس قانون کی دفعہ ۴۷ میں طلاق کا طریقہ کار وضاحت سے بیان کیا ہے جس میں مصالحت اور عدم مصالحت کی شکل میں پوری وضاحت موجود ہے۔ جبکہ علیحد گی اور تحلیل عقد نکاح کے لئے مزید شقیں موجود ہیں۔ مصالحتی کمیٹی کا کردار اور تشکیل ملائشیائی قوانین میں بہتر ہے اور جن صورتوں میں مصالحت کا امکان نہیں وہاں کمیٹی کی تشکیل لازمی قرار نہیں دی گئی جبکہ پاکستانی قانون میں ایسی سہولت نہیں۔

عمومی سفارشات

اً. طلاق، خلع اور فسخ نکاح میں موجود قانونی و فقہی فرق کا لحاظ کرتے ہوئے قانون سازی کی جائے تاکہ خواتین اسلامی تعلیمات کے مطابق زیادہ سے زیادہ سہولت فراہم کی جاسکے؛

ب. مسلم عائلی قوانین کے مطابق طلاق کی صورت میں نوے دن مصالحت کے لئے ہیں اور مصالحت نہ ہونے کی صورت میں عورت پر طلاق واقع ہو جائے گی اور اسے مزید نوے دن عدت گزارنی ہو گی۔ اس طرح عورت کو طلاق کے حصول کے لئے ایک لمبے عرصے تک انتظار کرنا پڑتا ہے، جو قرین انصاف نہیں۔ اسلامی تعلیمات کی روشنی میں اس شق میں اصلاح کی گنجائش ہے؛

ج. طلاق کی رجسٹریشن کا کوئی مؤثر نظام وضع نہیں کیا گیا۔ طلاق کا تحریری ثبوت نہ ہونے سے بہت سے مسائل جنم لیتے ہیں۔ اگر طلاق کی رجسٹریشن نہ ہو تو عدت کی مدت گزرنے کے بعد

نکاح ثانی کی صورت میں خاوند سابقہ بیوی کو تنگ کرنے یا ذہنی اذیت دینے کے لئے ''حدود'' کا مقدمہ درج دائر کر دیتا ہے اور نکاح پر نکاح کرنے کے جرم میں عورت کو جیل ہو سکتی ہے۔ یہ بات عام مشاہدے میں آئی ہے کہ جیلوں میں ایسی خواتین کی تعداد کہیں زیادہ ہوتی ہے اور ان کا کوئی پرسان حال نہیں ہوتا۔ اس لئے ضروری ہے کہ طلاق کی رجسٹریشن کی جائے اور اس کا ریکارڈ رکھا جائے۔ اس سلسلے میں اسلامی نظریاتی کونسل کے مجوزہ طلاق نامے کے نفاذ کی سفارش کی جاتی ہے۔

یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ

مسلم عائلی قوانین کی دفعہ ۴ کے تحت یتیم پوتے پوتیوں کو دادا، دادی، نانا، نانی کی وراثت میں حصہ دیا گیا ہے، اس دفعہ کے مطابق:

''اگر وراثت کے شروع ہونے سے پہلے مورث کے کسی لڑکے یا لڑکی کی موت واقع ہو جائے تو ایسے لڑکے یا لڑکی کے بچوں کو (اگر کوئی ہوں جو زندہ ہوں) حصہ رسدی وہی حصہ ملے گا جو اس لڑکے یا لڑکی کو (جیسی کہ صورت ہو) زندہ ہونے کی صورت میں ملتا ہے۔''(15)

مثلاً ایک شخص زید اپنے والدین کی زندگی میں ایک بیٹا بکر چھوڑ کر مر جاتا ہے، اب جب زید کے والد کا انتقال ہوتا ہے تو وارثوں میں بکر اور زید کا بھائی عمر موجود ہیں۔ اب شریعت محمدی کے اصول کے مطابق بکر اپنے دادا کی وراثت سے محروم رہے گا اور اس کا چچا عمر وارث ٹھہرے گا۔ مسلم عائلی قوانین ۱۹۶۱ نے اس شرعی اصول میں ترمیم کرتے ہوئے قرار دیا کہ یتیم پوتا، اپنے دادا کی وراثت میں اتنا ہی حصہ پائے گا جتنا اس کا والد زندہ ہونے کی صورت میں پاتا۔ عائلی قوانین کی اس دفعہ کے خلاف علماء اور مذہبی طبقے کی شدید مخالفت سامنے آئی۔ فیڈرل شریعت کورٹ نے بھی اس دفعہ کو خلاف اسلام قرار دیا۔(16)

---

(15)– کونسل، اسلامی نظریاتی ۲۰۰۹، مسلم عائلی قوانین کا آرڈیننس ۱۹۶۱، اسلام آباد، ص ۱۶۔

(16)– *Allah Rakha vs Federation of Pakistan* (PLD 2000 FSC 1)

شریعت اسلامیہ کی تعلیمات کے مطابق پوتا ہر حال میں جائداد سے محروم نہیں ہوتا وہ ''مجوب الارث'' ہے ''ممنوع الارث'' نہیں۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ محض یتیم ہونا اسلام میں کوئی ایسا جرم نہیں کہ اس کی سزا میں اسے جائداد سے محروم کر دیا جاتا ہو بلکہ پوتا بھی بعض خاص حالات میں مجوب ہو جاتا ہے جس طرح بھائی، بہن، چچا، دادا، بھتیجا وغیرہ دوسرے وارث بعض خاص حالات میں مجوب ہو جاتے ہیں۔[17] تاہم اس قانون کے بارے میں کوئی واضح دلیل قرآن وحدیث میں نہیں ملتی، غالباً اس کی تحریک ۱۹۴۳ میں مصر میں نافذ ہونے والے قانون نمبر ۷۷ کی وجہ سے پیدا ہوئی۔[18] پاکستان میں شادی اور عائلی قوانین کے بارے میں ایک کمیشن بنایا گیا تھا جسے رشید کمیشن کے نام سے جانا جاتا ہے اس کمیشن نے ۱۹۵۶ میں اپنی رپورٹ پیش کی جس میں پہلی دفعہ یتیم پوتے کی میراث کے بارے میں سفارشات پیش کی گئیں۔[19] کمیشن کے فاضل عالم دین رکن مولانا احتشام الحق تھانوی نے اس تجویز کی مخالفت کی اور اپنا اختلافی نوٹ لکھا جو الگ سے گزٹ آف مغربی پاکستان میں شائع ہوا۔[20]

جہاں تک ملائشیا کے قانون وراثت کا تعلق ہے تو وہاں غیر مسلموں کے لئے جدا قانون ایکٹ نمبر ۳۹ جو ۱۹۷۱ میں نافذ ہوا[21]، موجود ہے۔ مسلمانوں کے لئے شرعی قانون وراثت (فقہ شافعی) کے مطابق فیصلہ کیا جاتا ہے۔ مسلمانوں کے لئے شرعی عدالتیں Shariah Courts قائم کی گئی ہیں جب کہ غیر مسلموں کے لئے سول عدالتیں Civil Courts قائم ہیں۔ شریعت کے قانون کے مطابق وصیت کی عمومی اجازت ہے اور وراثت کی تقسیم میں وصیت کی تکمیل کا اہتمام کیا جاتا ہے۔، البتہ وصیت واجبہ کا قانون نافذ نہیں۔

---

(17)– حافظ احمد یار، **یتیم پوتے کی وراثت کا مسئلہ**، (لاہور: الفیصل ناشران وتاجران کتب، ۱۹۹۹)۔ ص ۴۶۔

(18)– https://gawhartelnill.wordpress.com/2017/07/30/ -1943/ retrieved Jan 1, 2019

(19)– رپورٹ میرج اینڈ فیملی لاز کمیشن، گزٹ آف مغربی پاکستان، ۲۰ جون ۱۹۵۶، ص ۱۱۹۷-۱۲۳۲۔

(20)– مولانا احتشام الحق تھانوی، **اختلافی نوٹ**، ص ۱۵۶۰-۱۶۰۴۔

(21) Laws of Malaysia, Act 39: Inheritance (Family Provisions) Act 1971, retrieved: http://www.agc.gov.my/agcportal/uploads/files/Publications/LOM/EN/Act%2039.pdf Jan, 21,2019

تجویز

چونکہ شروع دن ہی سے علماء اور مذہبی طبقے کی طرف سے اس قانون کی مذمت کی جارہی ہے جبکہ کچھ روشن خیال اس کے حق میں ہیں اسلئے نزاع اور مخالفت ختم کرنے کے لئے یہ تجویز ہے کہ اردن،[22] شام[23] اور تیونس[24] کے نقش قدم پر چلتے ہوئے مذکورہ قانون میں وَصیت واجبہ کی صورت میں ترمیم کی جائے جو ۱/۳ حصہ سے زیادہ نہ ہو۔ اگر دادا وصیت کئے بغیر فوت ہو جائے تو ریاست بذریعہ قانون اس پر عمل کروائے۔ اس طرح معاشرے میں ہم آہنگی پیدا کی جاسکتی ہے۔

مستقبل کا لائحہ عمل اور تجاویز

عائلی قوانین کے موضوعات میں نکاح، طلاق، رضاعت، حضانت، فرائض، وراثت اور جانشینی وغیرہ شامل ہیں۔ ان موضوعات پر فقہی کتب میں تفصیل سے بحث موجود ہے۔ برطانوی دور حکومت میں ان پر تفصیلی قانون سازی نہیں کی گئی بلکہ صرف ان معاملات میں قانون سازی کی گئی جہاں بزعم خود ان کے اصلاح ممکن تھی۔ تفصیلات کے لئے بطور اصول فرض کر لیا گیا کہ جہاں خلاء ہے وہاں کسی بھی فقہی مذہب کی معتبر کتب میں درج فقہ کی آراء سے استفادہ کر لیا جائے گا۔ پاکستان میں بھی قانون سازی کی یہی روایت قائم رہی یہاں تک کہ ۱۹۶۱ میں صدر پاکستان فیلڈ مارشل ایوب خان نے مسلم عائلی قوانین کا آرڈیننس نافذ کر دیا، لیکن اس آرڈیننس کے قوانین بھی مفصل نہیں ہیں بلکہ چند اہم موضوعات پر قانونی اصلاحات پر مشتمل ہیں۔ تفصیلات میں عموماً عدالتیں فقہی مذاہب کی آراء پر انحصار کرتی ہیں۔ چنانچہ مستقبل کے لائحہ عمل اور تجاویز کے حوالے سے درج ذیل گزارشات ہیں:

---

(22)– قانون الأحوال الشخصية، دائرة قاضي القضاة الأردن، ۲۰۱۰، المادة: ۲۷۹.

(23)– رقم ۲۵۷.

(24) مجلة الأحوال الشخصية ، الجمهورية التونسية،۱۹۵٦ المادة رقم:۱۹۱.

http://www.legislation.tn/affich-code-article/code-du-statut-personnel-article-191__10008 retrieved Jan 8, 2019.

۱. مسلم عائلی قوانین کی جامع انداز میں دفعہ بندی یعنی Codification کی ضرورت ہے تاکہ خاندان سے متعلق تمام قوانین کو دورِ جدید کے تقاضوں سے ہم آہنگ کر کے یکجا جمع کر دیا جائے۔ اس سلسلے میں جسٹس (ریٹائرڈ) تنزیل الرحمن کے کام **مجموعہ قوانین اسلام** کو آگے بڑھایا جاسکتا ہے؛

۲. عالم اسلام کی فقہ اکیڈیمیوں سے استفادہ کیا جائے اور مناسب ہو گا کہ پاکستان میں بھی ایک اسلامی ملک ہونے کے ناطے حکومتی سرپرستی میں جید علماء، سکالرز اور قانون دانوں پر مشتمل ایک فقہ اکیڈمی قائم کی جائے جو فقہ النوازل اور عام پیش آمدہ مسائل میں عوام اور حکومت کی رہنمائی کرے۔ اس کی دوسری یہ بھی ہو سکتی ہے کہ اسلامی نظریاتی کونسل کو مزید وسعت دی جائے اور مزید وسائل اور اختیارات فراہم کر کے اسے اس نہج تک پہنچایا جائے؛

۳. استعماری دور میں انگریز حکمرانوں اور علماء کے درمیان ایک بداعتمادی نے جنم لیا جو ایک فطرتی امر تھا۔ لیکن پاکستان قائم ہونے کے بعد بھی یہ بداعتمادی بدستور قائم ہے اور تقریباً ہر معاملے میں حکومتی اقدامات کی مخالفت ہی کی جاتی ہے۔ اس رویے کی اصلاح ضروری ہے کیونکہ پاکستان اسلام کے نام پر قائم ہوا اور علماء ہی اس کی نظریاتی حفاظت کرتے ہوئے اسے عالمی سطح پر ایک طاقتور اسلامی فلاحی ملک کی صورت میں پیش کریں گے جو ساری دنیا کے لئے ایک مثال اور ماڈل ہو گا۔

****